محمد شکیل
اسکالر (پی ایچ ڈی، اُردو) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔
پروفیسر ڈاکٹر ممتاز خان کلیانی
پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

ڈاکٹر رشید امجد کی افسانہ نگاری کی ابتداء اور تاریخی مغالطہ

Muhammad Shakeel
Schollar, PhD Urdu, BZU, Multan.
Prof. Dr. Mumtaz Khan Kalyani
Prof. Chairman Dept of Urdu, BZU, Multan.

Historical Fallacy about Start of Short Story Writing by Dr.Rasheed Amjad

Dr.Rasheed Amjad is a well known Urdu fiction writer of modern Era. He is one of the top personalities who has promoted Urdu short story intellectually and technically on modern grounds. That is why modern Urdu short story discussion remains incomplete without his name. In this article, by selecting his first two short stories, it is determined his very first short story published in “Rooman” (a semi-film and semi-literary magazine) and also has been tried to point out and rectify a misunderstanding about his first short story published in famous Urdu literary magazine “Adb e Latif” that has become a historical fallacy.

Key Words: *Dr. Rasheed Amjad, Historical, Fallacy, Modern Fiction writer.*

ڈاکٹر رشید امجد جدید اردو افسانے کا ایک معتبر نام ہیں۔ اردو افسانے کو فکر و فن کے نئے ذائقوں سے روشناس کروانے کے حوالے سے ان کا کردار اجتہادی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں جہاں مجموعی معاشرتی صوتِ حال اور اس کے درپردہ خارجی عوامل کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہاں اس سماجی صورتحال سے نبرد آزما فرد کے داخلی انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دروں بینی کے نتیجے میں فرد کی داخلی تنہائی اور محسوسات بھی اُن کا موضوعِ سخن بنتے ہیں۔ یوں ایک طرف تو موضوعاتی سطح پر اُردو افسانے کا رخ خارج سے داخل کی طرف موڑتے نظر آتے ہیں تو دوسری ان موضوعات کو بیان کرنے کے لیے تکنیک اور اسلوب کے بھی جدید اور متنوع ٹولز کا سہارا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید اُردو افسانے کا منظر نامہ رشید امجد کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو پاتا۔ سید مظہر جمیل رشید امجد کی افسانہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

> "جدید افسانے کے بنیاد گزاروں میں رشید امجد کا نام جس خصوصی امتیاز کا حامل ہے اس کی وجہ محض نئے تکنیکی وسیلوں، تخلیقی اجتہاد اور جہتِ معنی کی نمائندہ پیکر سازی ہی پر استوار نہیں رہی ہے بلکہ اس قبلِ عام کا جواز ان کے تخلیقی نظام میں عصری سچائیوں کا معروضی ادراک اور آشوبِ حیات سے پیدا ہونے والی جوہری لہروں کے انجذاب کی بے پناہ صلاحیت بھی رہی ہے"(1)

رشید امجد اگرچہ جدید اردو افسانے کے بنیاد گزاروں میں شامل ہیں اور ان پر ہندوستان اور پاکستان میں کافی تحقیقی کام بھی ہو چکا ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ افسانے کی روایت کا انتہائی اہم نام ہونے کے باوجود بھی ابھی تک ان کے ابتدائی افسانوں کے حوالے سے درست حقائق منظرِ عام پر نہیں آسکے اور اس حوالے سے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں خود اردو افسانے کی ابتداء بھی مختلف محققین اور ناقدین کی آراء کی روشنی میں ایک اختلافی مسئلہ رہی ہے اور اس حوالے سے مختلف نظریات کا وجود رہا ہے مثلاً سید وقار عظیم نے منشی پریم چند کو اردو کا پہلا افسانہ نگار

اور ان کے افسانے 'دنیا کا سب سے انمول رتن' کو پہلا افسانہ قرار دیا(2) اور پروفیسر قمر رئیس بھی اسی نقطہ نظر کے حامی رہے(3) پھر ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اپنی تحقیق میں سجاد حیدر یلدرم کو پہلا افسانہ نگار اور 'نشے کی پہلی ترنگ' کو اردو کا پہلا افسانہ ثابت کیا وہ اس حوالے سے اپنی کتاب 'مطالعہ یلدرم' میں رقم طراز ہیں:

> "مجھے یلدرم کے ایک قدیم تر افسانے نشہ کی پہلی ترنگ کا سراغ ملا ہے جو معارف، علی گڑھ (ایڈیٹر: مولوی وحید الدین سلیم) جلد ۴، نمبر ۳، شمارہ اکتوبر ۱۹۰۰ صفحہِ-120) (123 میں شائع ہوا اور تاثر کی وحدت، کردار کے ذہنی و نفسیاتی مطالعے، کشمکش، ابتداء، عروج اور انجام کے واضح تصور یا بہ لفظِ دگر اپنی افسانویت کے اعتبار سے بڑا مؤثر اور بھرپور ہے یہ افسانہ خیالستان میں شامل نہیں لیکن بلاشبہ اب تک کے مطالعے کے مطابق اسے اردو کا اولین افسانہ کہا جا سکتا ہے " (4)

پروفیسر احتشام حسین، پطرس بخاری اور قرۃ العین حیدر وغیرہ نے بھی سجاد حیدر یلدرم کی تحریروں کو طبع زاد قرار دے کر پہلا افسانہ نگار ثابت کرنے کی کوشش کی(5) مگر جب ترکی سے تعلق رکھنے والے محققین نے یلدرم کی تحریروں کے اصل منابع کی نشاندہی اور تقابل سے ثابت کر دیا کہ یہ تراجم ہیں تو معاملہ بالکل واضح ہو گیا ڈاکٹر انوار احمد اس قضیے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر ایرکن ترکمان (سابق صدرِ شعبہ اردو و فارسی قونیہ یونیورسٹی، ترکی) نے اس سلسلے میں تقابلی شہادتیں پیش کر کے یلدرم کے منبع فیض کی نشاندہی کر دی ہے، قونیہ یونیورسٹی کی ہی ایک استاد ڈاکٹر نورسیے بلک نے اس موضوع پر انقرہ یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا"(6)

چنانچہ جدید تحقیق نے علامہ راشد الخیری کے افسانے 'نصیر اور خدیجہ' کو اردو کا پہلا افسانہ قرار دیا اور یوں علامہ راشد الخیری اردو کے پہلے افسانہ نگار قرار پائے اس حوالے سے ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے سب سے پہلے اس افسانے کی نشاندہی کی لکھتے ہیں "علامہ راشد الخیری کا سب سے پہلا 'افسانہ نصیر اور خدیجہ' ہے جو ایک خط کی صورت میں ہے اور مخزن میں ۱۹۰۳ میں شائع ہوا "[7] ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے افسانے کی نشاندہی تو کی مگر ان کی رسائی براہِ راست مذکورہ افسانے تک نہ ہو سکی جس کی وجہ سے مذکورہ تحقیق تشنہ طلب رہی چنانچہ ڈاکٹر انوار احمد نے اس تحقیقی سقم کو یوں دور کیا کہ مذکورہ افسانہ تلاش کر کے نا صرف مخزن کے متعلقہ شمارے میں متن کی تصدیق کی بلکہ اس لائبریری کی نشاندہی بھی کر دی جہاں مخزن کا یہ شمارہ موجود تھا اپنی کتاب' اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ' میں لکھتے ہیں:

> "خوش قسمتی سے میں نے سر عبدالقادر کی لائبریری میں مخزن کے ابتدائی برسوں کا فائل دیکھا ہے اس لیے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مخزن میں راشد الخیری کا پہلا مطبوعہ افسانہ نصیر اور خدیجہ ہے جو جلد 4، شمارہ 3، دسمبر 1903 کے صفحات 27 تا 31 پر موجود ہے"[8]

اور پھر ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کی وساطت سے اس افسانے کا متن فنون (لاہور جنوری مارچ 1991ء) کے شمارے میں شائع ہو کر اردو دنیا کے سامنے آیا[9] اور اب اردو افسانے کی ابتداء کے حوالے سے یہ تحقیق اسناد کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

پھر اردو کے متعدد اہم افسانہ نگاروں (منٹو، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، غلام عباس اور احمد ندیم قاسمی وغیرہ) کے ابتدائی افسانوں کے حوالے سے بھی پائی جانے والی غلط فہمیاں جدید تحقیق کی بدولت ہی دور ہو پائی ہیں اسی طرح ڈاکٹر رشید امجد کی افسانہ نگاری کی ابتداء کے حوالے سے بھی اب تک درست معلومات کی نشاندہی نہیں

ہو سکی مثلاً ابھی تک ان کی پہلی کہانی کا تعین نہیں کیا جا سکا اور اس کے ساتھ ہی ادبِ لطیف میں شائع ہونے والی پہلی کہانی کے بارے میں بھی غلط معلومات دستیاب ہیں چنانچہ زیرِ نظر مضمون میں اس حوالے سے درست حقائق منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

رشید امجد کی افسانہ نگاری کی ابتداء کن حالات میں ہوئی؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے جب ان کے حالاتِ زندگی اور شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ گھریلو حالات اور کچھ آوارہ منش طبیعت کی وجہ سے میٹرک کے بعد ہی انہیں باقاعدہ تعلیمی سلسلے کو خیر آباد کہنا پڑا اور مختلف ملازمتیں کرنا پڑیں۔ اسی دوران جب وہ پی۔ڈبلیو۔ڈی کی ایک برانچ میں دیہاڑی دار کے طور پر کام کر رہے تھے تو ان کی ملاقات منشا یاد سے ہوئی اور وہ پہلی مرتبہ افسانے کے نام سے واقف ہوئے وہ خود اس قصہ کا احوال یوں بیان کرتے ہیں:

> "میں ایک دن دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک پینڈو، جس کے ہاتھ میں ٹین کا بکسہ تھا، اندر داخل ہوا۔ یہ منشا یاد تھا۔ اس نے سول انجینئرنگ کی تھی لیکن دفتر میں اوورسیئر کی جگہ نہ تھی اس لیے اسے ورکس انسپکٹر کے طور پر پنڈی بھیجا گیا تھا۔ میں نے اسے بٹھایا، چائے منگوائی۔ معلوم ہوا کہ پنڈی میں اس کا کوئی آشنا نہیں۔ دو چار دن کے لیے دفتر ہی میں بندوبست ہو گیا۔ اس دوران بات چیت چل نکلی۔ اس نے بتایا کہ وہ افسانے بھی لکھتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ افسانہ کیا ہوتا ہے؟ اس نے مجھے اپنی ایک کہانی جو شمع میں چھپی تھی، پڑھنے کو دی"(10)

یہ آنہ لائبریریوں کا زمانہ تھا۔ کتاب بینی مشغلے کے علاوہ تفریحِ طبع کا بھی اہم ذریعہ تھی۔ ہوٹلوں میں محفلیں اور مجلسیں برپا ہوتی تھیں جن میں سماجی مسائل، ادبی اور فنی معاملات پر گفتگو ہوتی تھی۔ کتابوں کی دکانوں اور لائبریریوں میں لوگوں کا رش ہوتا تھا چنانچہ اس ماحول نے رشید امجد کی شخصیت میں کتب بینی و کتب شناسی کا فطری

ذوق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ رشید امجد اس زمانے میں جاسوسی ناول بڑے شوق سے پڑھتے تھے بقول رشید امجد "مجھے اس زمانے میں جاسوسی ناولوں کا گویا ٹھرک تھا "(11) اسی دوران رشید امجد کی ملازمت بطور ایل۔ ڈی۔ سی 501 سنٹرل ورکشاپ کے ذیلی دفتر میں ہوئ اور ایک سال بعد ان کا تبادلہ مین ورکشاپ چکلالہ ہو گیا یہاں ان کی ملاقات اعجاز راہی سے ہوئی جس نے ان کے اندر کے تخلیق کار کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا ڈاکٹر رشید امجد اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "اس کا نام اعجاز حسین تھا۔ آہستہ آہستہ ہماری گفتگو شروع ہوگی۔ کبھی کبھار کتابوں کا تبادلہ بھی ہونے لگا۔ اس نے بتایا کہ وہ اعجاز راہی کے نام سے افسانے لکھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک دن اعجاز راہی نے مجھے اپنی ایک کہانی پڑھنے کو دی۔ کہانی پڑھ کر میں نے اسے کہا، ایسی کہانی تو میں بھی لکھ سکتا ہوں۔ اس نے کہا تو لکھو۔۔۔۔۔۔۔۔"(12)

اس طرح اعجاز راہی کی تحریک پر رشید امجد نے افسانہ لکھنا شروع کیا اور پھر اعجاز راہی کے توسط سے ہی ان کی ملاقات اس زمانے کے نئے لکھنے والے ادیبوں نثار ناسک، علیم درانی، سبطِ احمد اور سلیم الظفر سے ہوئ اور یوں رشید امجد نے باقاعدہ ادبی مجلسوں اور مذاکروں میں شرکت کرنا شروع کی اسی دوران ان کی پہلی کہانی لاہور سے نکلنے والے نیم فلمی و نیم ادبی رسالے 'رومان' میں شائع ہوئ رشید امجد اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں

> "اس دوران میں نے دو تین اور کہانیاں لکھیں اور اختر رشید ناز کے نام سے فلمی پرچوں میں بھیج دیں رومان اس زمانے میں اچھا فلمی رسالہ تھا۔ اگلے مہینے میری کہانی چھپ گی اور میں اپنے حلقہ احباب کی رائے میں باضابطہ افسانہ نگار بن گیا"(13)

رشید امجد کی یہ پہلی کہانی 'رومان ، عید نمبر، جلد9، شمارہ6 (لاہور: جون 1961ء) ص88 تا 93' میں شائع ہوئی اختر رشید ناز کے قلمی نام سے شائع شدہ اس افسانے کا عنوان 'عذرا' تھا جس کی کہانی دو مرکزی کرداروں فیروز اور عذرا کے گرد گھومتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ فیروز اور عذرا کی داستانِ محبت ہے جو ایک وار آفس میں کام کرتے ہیں۔ کہانی میں ڈرامائی موڑ اُس وقت آتا ہے جب فیروز اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ عذرا وطن سے غداری کی مرتکب ہو رہی ہے اور فیروز کو محبت اور فرض میں کسی ایک چیز کا انتخاب کرنا پڑتا ہے چنانچہ فیروز محبت کی قربانی دیتے ہوئے عذرا کو قتل تو کر دیتا ہے مگر محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی جان بھی لے لیتا ہے۔

> "رات کے آخری پہر جب پولیس کا گشتی دستہ ادھر سے گزرا تو انسپکٹر نے دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے کے پہلو میں پڑے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ایک کے چہرے پر ندامت کی مسکراہٹ اور دوسرے کے چہرے پر فتح کی مسکراہٹ ہے۔"[14]

اگرچہ یہ روایتی طرز میں لکھی گئی محبت کی سیدھی سادھی کہانی ہے جو اس زمانے میں زیرِ مطالعہ جاسوسی ناولوں کے اثرات کا نتیجہ لگتی ہے مگر اس کی اشاعت نے رشید امجد جیسے نو آموز لکھاری کو وہ حوصلہ اور اعتماد عطا کیا جو مشقِ سخن جاری رکھنے کے لیے بہت ضروری تھا۔ چنانچہ رشید امجد نے 'بزمِ میر' نامی ادبی انجمن کے ہفتہ وار اجلاس میں اپنی ایک اور کہانی 'سنگم' * پیش کی جو کسی ادبی محفل میں پڑھی جانے والی اُن کی پہلی کہانی تھی۔[15]) بنیادی طور پر یہ ایک پرانی حویلی میں جنم لینے والی محبت کی کہانی ہے جس کے مرکزی کردار آنند اور اپیتا ہیں کہانی کا مرکزی پلاٹ یہ ہے کہ آنند اور اپیتا ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہیں مگر اپیتا کے والد رائے صاحب کو دونوں کا میل جول پسند نہیں۔ ایک رات جب رائے صاحب دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیتے ہیں تو آنند کو حویلی سے بے دخل کر دیا جاتا ہے مگر جاتے ہوئے اپیتا بھی اُس کے ساتھ چلنے پر رضامند ہو جاتی ہے اور یوں یہ دونوں جیون پور جا کر شادی کر لیتے ہیں۔ تین سال کا عرصہ گزرنے کے بعد آنند (اس امید پر کہ رائے صاحب کا غصہ اب ٹھنڈا ہو چکا ہو گا) جب اپیتا کو لے کر

واپس حویلی پہنچتا ہے تو یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ اپنا کا بے جان جسم تو حویلی میں ہی رہ گیا تھا اور اب واپسی پر اس بے جان جسم میں روح لوٹ آئی ہے یوں کہانی کے آخر میں ایک پر اسراریت بھی جنم لیتی ہے۔

موضوعاتی طور پر یہ ایک رومانوی طرز کی کہانی ہے مگر پلاٹ کی بنت، پیش کش کا انداز اور خاص طور پر رشید امجد کا اسلوب وہ فنی خوبیاں ہیں جو اسے عامیانہ سطح سے بلند کر دیتی ہیں۔ مثلاً درج ذیل جملے ملاحظہ ہوں۔

"زرد زرد چہرے، گھٹی گھٹی زندگی، کھوکھلے قہقہے، دبی دبی ہچکیاں، شہروں کی زندگی کے دامن میں یہی کچھ تو ہوتا ہے۔"

"لوہے کی زنجیروں کی طرح بکھری ہوئی سڑکیں تھیں جو انسانوں کو کشاں کشاں زمانے کے تقاضوں کی طرف لئے جا رہی تھیں۔"(16)

یوں اس افسانے میں رشید امجد کا فن پختگی کی طرف عازم سفر نظر آتا ہے۔

بزم میر کے جس اجلاس میں یہ کہانی پیش کی گئی اس اجلاس میں نثار ناسک کے استاد غلام رسول طارق بھی موجود تھے انہوں نے نوجوان تخلیق کار کی نا صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ کہانی کی کانٹ چھانٹ کے حوالے سے مفید مشورے دیئے، اور ساتھ ہی اس کہانی کو ادب لطیف میں شائع کروانے کی طرف رہنمائی بھی کی۔ رشید اختر ناز، ترک کر کے رشید امجد کا قلمی نام بھی انہی کے مشورے پر اختیار کیا گیا، رشید امجد اس کا احوال یوں بیان کرتے ہیں۔

"ادب لطیف میں نے حیرت سے کہا

ادب لطیف اس زمانے میں نقوش کے بعد سب سے اہم رسالہ سمجھا جاتا تھا۔ مرزا ادیب اس کے مدیر تھے۔ بولے ------- بالکل ادب لطیف کو بھیج دو ----- اور ہاں یہ تمہارا نام کیا ہے ----- اختر رشید ناز، یہ ناز واز اب نہیں چلنا، کوئی ڈھنگ کا نام رکھو۔ کافی نام زیر غور آئے آخر رشید امجد طے ہوا۔(17)

یوں رشید امجد نے یہ کہانی ادب لطیف کو بھجوا تو دی مگر انہیں خدشہ تھا کہ شاید یہ کہانی شائع نہ ہو چنانچہ انہوں نے کہانی کے آخر میں 'مرکزی خیال ایک چینی کہانی سے ماخوذ' لکھ دیا کیونکہ اس زمانے میں تراجم آسانی سے شائع ہو جاتے تھے اب یہ کہانی ادب لطیف میں چھپ گئی۔[18]

یہ رشید امجد کے قلمی نام سے شائع ہونے والا اُن کا پہلا افسانہ تھا۔

یہاں جو غلط فہمی پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ افسانہ ادب لطیف کے کون سے شمارے میں شائع ہوا؟ خود رشید امجد نے اپنی خودنوشت کے دونوں حصوں ('عاشقی صبر طلب' اور 'تمنا بے تاب') میں اس امر کی وضاحت یوں کی ہے۔

"اگلے مہینے ادب لطیف آ گیا یہ ستمبر 1960ء کا شمارہ تھا اس میں کہانی شامل تھی۔"[19]

اسی طرح رشید امجد کے متعدد انٹرویوز میں بھی اسی امر کی نشاندہی کی گئی ہے مثلاً ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

"پہلی کہانی سنگم ادب لطیف (ستمبر 1960ء) میں شائع ہوئی۔"[20]

ڈاکٹر اسد فیض کو دیے گئے انٹرویو میں افسانے کی اشاعت کے حوالے سے یوں اظہار خیال کیا۔

"میرا پہلا افسانہ ادب لطیف لاہور میں سنگم کے نام سے ستمبر 1960ء کے شمارے میں طبع ہوا۔"[21]

جبکہ ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ کو دیے گئے انٹرویو میں بھی افسانے کی اشاعت ادبِ لطیف کے ستمبر 1960ء کے شمارے میں ہی بتائی گئی ہے۔[22]

جہاں تک ڈاکٹر رشید امجد کے فکر و فن پر لکھے گئے مختلف تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مقالات اور کتب کا تعلق ہے تو اِن میں بھی صورتِ حال مختلف نہیں ہے۔ مثلاً ڈاکٹر صفیہ عباد نے 2003ء میں علامہ اقبال اوپن

یونیورسٹی اسلام آباد سے 'رشید امجد کے افسانوں کا فنی و فکری مطالعہ' کے عنوان سے ایم۔فل کا مقالہ تحریر کیا جو مجموعی طور پر رشید امجد کی افسانہ نگاری کے حوالے سے اہم اور قابلِ قدر کام ہے مگر اس افسانے کی اشاعت کے حوالے سے ڈاکٹر صفیہ عباد لکھتی ہیں:

"کہانی سنگم کو رشید امجد نے مرزا ادیب کو بھجوایا، وہ ادب لطیف کے مدیر تھے کہانی ستمبر 1960ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔"(23)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (انڈیا) سے 2009ء میں آفتاب احمد فریدی نے 'رشید امجد کی خدمات کا تنقیدی جائزہ' کے عنوان سے پی۔ایچ۔ڈی کا جو مقالہ تحریر کیا اس میں 'سنگم' کی اشاعت کو ادب لطیف کے ستمبر 1960ء کے شمارے سے ہی منسوب کیا گیا ہے۔(24)

اسی طرح 'شمیم ظفر رانا' نے رشید امجد کی تنقید نگاری کے حوالے سے اپنے ایم۔فل کے مقالے میں بھی اسی موقف کو دہرایا ہے۔(25)

جبکہ اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کی اشاعتی سیریز 'پاکستانی ادب کے معمار' کے تحت شائع ہونے والی کتاب میں ڈاکٹر شفیق انجم بھی اسی بات کو دہراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"یہ ستمبر 1960ء کے ادب لطیف کا شمارہ تھا جس میں پہلی بار رشید امجد کے نام سے کہانی شائع ہوئی تھی۔"(26)

یوں خود ڈاکٹر رشید امجد اور مندرجہ بالا تمام محققین و مصنفین نے 'سنگم' کی اشاعت ادب لطیف کے ستمبر 1960ء کے شمارے میں بتائی ہے جو کہ درست نہیں ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر رشید امجد کی تحریر سے جو غلط فہمی یا ذاتی مغالطہ پیدا ہوا اُس نے مندرجہ بالا محققین کے ہاں تاریخی مغالطے کی شکل اختیار کر لی ہے حالانکہ درست

ریکارڈ کے مطابق رشید امجد کی یہ کہانی (سنگم) 'ادب لطیف، مکتبہ ادبِ لطیف (لاہور: ستمبر 1961ء) ص40 تا43 ' پر موجود ہے۔

رشید امجد کا یہ افسانہ نا صرف ادب لطیف کے ستمبر 1961ء کے شمارے میں شائع ہوا بلکہ اداریے میں مرزا ادیب نے ان الفاظ میں افسانے کی دنیا میں نووارد تخلیق کار کا حوصلہ بڑھایا۔

"ایک مرکزی خیال کے گرد انہوں نے واقعات کو جس انداز سے پھیلا دیا ہے وہ ان کی سوجھ بوجھ کا واضح طور پر اظہار کر رہا ہے اور ہمیں یقین دلاتا ہے کہ وہ کچھ مدت کے بعد اچھے طبع زاد افسانے لکھنے لگیں گے۔"(27)

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرزا ادیب کی یہ پیش گوئی بالکل درست ثابت ہوئی چنانچہ ڈاکٹر رشید امجد نے اردو افسانے کو تکنیک، اسلوب اور موضوعات کے جن متنوع تجربات سے ہم کنار کیا اس کے نتیجے میں اردو افسانہ نا صرف جدت کے جہانِ تازہ میں داخل ہوا بلکہ اس کے معیار اور قد میں بھی اضافہ ہوا۔بقول ڈاکٹر ناصر عباس نیر:

"رشید امجد کا افسانہ جدید اردو افسانے کا محض نمائندہ ہی نہیں، اس کا تاریخی بیانیہ بھی ہے۔ان کے افسانوں میں جدید اردو افسانہ ایک نئی جہت میں اپنی تاریخ اور روایت کی تشکیل کرتا ہے۔یہ جہت انسانی شناخت کے جدید اور اسی وجہ سے کثیر الاطراف سفر سے عبارت ہے"(28)

حوالہ جات

1. ڈاکٹر شفیق انجم، رشید امجد ایک مطالعہ، (راولپنڈی: نقش گر پبلشرز، 2009ء) ص 278,279
2. مباحثہ، اردو افسانے میں روایت اور تجربے، مشمولہ نقوش، افسانہ نمبر (لاہور: جلد دوم، طبع اول، 1955ء) ص 1027
3. قمر رئیس، منشی پریم چند شخصیت اور کارنامے (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1983ء)
4. ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مطالعہ یلدرم، (لاہور: نذر سنز، 1971ء) ص 38,39
5. مرزا حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت (دہلی: عالمی میڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ، 2014ء) ص 39
6. ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ (فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2010ء) ص 43,44
7. ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، اردو افسانے کا ارتقاء (لاہور: مکتبہ خیال، 1987ء) ص155
8. ڈاکٹر انوار احمد، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، ص 35
9. مرزا حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت، ص 38
10. ڈاکٹر رشید امجد، عاشقی صبر طلب، (لاہور: دستاویز مطبوعات، 2019ء) ص31,32
11. ایضاً ص33
12. ایضاً ص35
13. ایضاً ص 35,36
14. اختر رشید ناز، عذرا، مشمولہ، رومان، جلد9، شمارہ6، (لاہور: جون 1961ء)، ص93

*۔ بعد میں رشید امجد نے اسی کہانی میں لیمپ پوسٹ کے علامتی کردار کا اضافہ کر کے اور کرداروں کے نام تبدیل کر کے دوبارہ تخلیق کیا اور یہ کہانی 'لیمپ پوسٹ' کے عنوان سے اوراق کے شمارہ نمبر 4، 1966ء میں شائع ہوئی۔ یہ رشید امجد کی افسانہ نگاری کے علامتی دور کا آغاز تھا۔

15۔ رشید امجد، عاشق صبر طلب، ص36

16۔ رشید امجد، سنگم، مشمولہ، ادب لطیف، (لاہور: ستمبر 1961ء)، ص40

17۔ رشید امجد، عاشق صبر طلب، ص37، 36

18۔ ایضاً

19۔ رشید امجد، تمنا بے تاب، (راولپنڈی: حرف اکادمی، 2001ء)، ص52
رشید امجد، عاشق صبر طلب، ص37

20۔ رشید امجد، انٹرویو مناظر عاشق ہرگانوی، مشمولہ، اوراق، ماہنامہ، جلد 25، شمارہ 8، (لاہور: اگست 1990ء)، ص84

21۔ رشید امجد، ڈاکٹر رشید امجد سے ایک مکالمہ، انٹرویو، ڈاکٹر اسد فیض، مشمولہ، رشید امجد ایک مطالعہ، مرتبہ ڈاکٹر شفیق انجم، ص215

22۔ رشید امجد، رشید امجد سے ایک گفتگو، انٹرویو ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ، مشمولہ، رشید امجد ایک مطالعہ، مرتبہ ڈاکٹر شفیق انجم، ص193، 192

23۔ ڈاکٹر صفیہ عباد، رشید امجد کے افسانوں کا فنی و فکری مطالعہ، (اسلام آباد: پورب اکادمی، 2007ء)، ص 66

24۔ آفتاب احمد فریدی، رشید امجد کی ادبی خدمات کا تنقیدی جائزہ، مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی، اُردو (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، 2009ء)، ص 41

25۔ شمیم ظفر رانا، رشید امجد کی تنقید نگاری، (فیصل آباد: مثال پبلشرز 2013ء)، ص 23

26۔ ڈاکٹر شفیق انجم، ڈاکٹر رشید امجد شخصیت و فن، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2010ء)، ص 20

27۔ مرزا ادیب، اداریہ، ادبِ لطیف، ص 3

28۔ ڈاکٹر شفیق انجم، رشید امجد ایک مطالعہ، ص 279